⊙ ڈاکٹر محمد شفیق
صدر شعبہ تاریخ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان
⊙⊙ ڈاکٹر لبنیٰ کنول
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ مطالعہ پاکستان، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

مرزا ابن حنیف اور پاکستان میں متبادل تاریخی بیانیہ کی تشکیل

Abstract:

Historiography of Pakistan has been criticized for a linear, vertical and repetitive approach and claims of scientific and objective writing of History. It is criticized for the Periodic shift/break ups, for an imbalance between indigenuity and exoticity, non-spatial centrality and metaphysical concerns supported by the state policy. In spite that a counter narrative has not been encouraged, several attempts can be found trying to present an alternate and parallel narrative of the Historical process in the areas forming Pakistan, and focusing on the People, indigenuity, continuity, culturality and regionality. Although, initially such attempts were considered as a sort of resistance to the state policies, but by the time, such narrative are identified as attempts to address the 'crises of identity' in Pakistan. Mirza Ibn Hanif (1930-2004) deserves a fundamental place in the history of the development of alternate and parallel narrative in Pakistan. He had begun to develop this narrative very early by 1960s and advocated the case for a historically distinct cultural and civilizational status of the region of Pakistan. In his narrative Multan occupies a central place. In this perspective, the paper explores Ibn Hanif's works as a counter and alternate narrative for the history of Pakistan.

Keywords:

Historiography Narrative Mirza Ibe-e-Hanif Multan History

علم تاریخ کی تشکیل، تدوین اور افادیت اکیسویں صدی کے ایک اہم اور حساس دانشورانہ موضوع کے طور پر سامنے آئی ہے۔عمومی طور پر تاریخ کو ایک معروضی، مستقل مبنی بر حقائق علم کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور تاریخ کی تعبیر یا تو یک طرفہ، افقی اور استقامی عمل یا دوری و دائروی (Cyclic) اور تکراری (Repetitive) عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے[۱]۔ اگر چہ اس نقطہ نظر پر علمی تاریخ کے آغاز سے ہی تنقید کی جاتی رہی ہے، لیکن بیسویں صدی کے وسط سے تاریخ کے یک طرفہ، افقی اور معروضی بیانیہ کے دعاوی کی شدت سے تحریص کی گئی ہے[۲]۔ اس پس منظر میں پاکستانی تاریخ نگاری کی شدید تنقید کی زد میں آئی ہے اور اس کے یک طرفہ مخصوص، مذہبی اور اشرافیائی بیانیہ کے معاشرے پر منفی اثرات کی نشاندہی کی جاتی رہی ہے۔ پاکستان کے روایتی بیانیہ میں تقویمی تقطیع (Periodic Break/Shift)، مقامیت (Indeginuity)، اور بدیسیت (Exoticity) کے بیان میں عدم توازن، تاریخی عمل کے عدم تسلسل کے احساس، غیر مکانی و مقامی مرکزیت (Non-Spatial Non-Indigenous Centrality) اور عوام پر مابعد الطبیعاتی نظریہ کی فوقیت کے رجحان غالب رہے ہیں[۳]۔ ان رجحانات کی تشکیل کے لیے ریاست اور ادارہ جاتی پالیسیاں مرتب کی جاتی رہی ہیں۔ اگر چہ اس بیانیہ میں عوام، مقامیت اور مکانیت، تاریخی تسلسل اور ثقافتی ہم آہنگی کی کمی کو محسوس کیا جاتا رہا ہے مگر عملی طور پر اس کے متبادل بیانیہ کی تشکیل ایک ناپسندیدہ عمل رہا ہے[۴]۔ اگر چہ پاکستان کی قدیم تہذیب کو دریافت کرنے اور اس کی قومیت پر مبنی تشریحات کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں لیکن ان کوششوں کو پذیرائی نہیں ملی۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء اور اسلامائزیشن (Islamization) کے خلاف مزاحمت کے استعارے کے طور پر متبادل تاریخ نویسی کو فروغ ملا اور کئی لوگوں نے روایتی اسلامی شناخت کے پس منظر میں پاکستان کی ایک تہذیبی اور ثقافتی شناخت کو نمایاں کرنے کی کوشش کی[۵]۔ تاریخ کے اس متبادل بیانیہ کی تشکیل کے عمل میں مرزا ابن حنیف ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، وہ اس عصری رجحان سے بہت پہلے ۱۹۶۰ء کی دہائی سے ہی پاکستان کی ایک علیحدہ تاریخی، ثقافتی اور تہذیبی شناخت کے علمی وکالت دار تھے[۶]۔ ان کے اس بیانیہ میں ملتان تاریخی، ثقافتی اور دوری مرکزیت کی حیثیت رکھتا ہے[۷]۔ جس متبادل بیانیہ کو عصری کردار میں علمی بیانیہ میں نمایاں جگہ ملی ابن حنیف نے وہ بیانیہ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں اختیار کر لیا تھا اور اس کے لیے آہستہ آہستہ علمی و تاریخی دلائل مرتب کرتے چلے گئے۔ دورِ حاضر کے تمام تاریخی مباحث میں ان کے استدلال کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے[۸]۔ اس حوالے سے ابن حنیف کا کردار ہراول، اساسی اور اہم ہے جس کے مطالعے کی ضرورت ہے۔ لیکن ابن حنیف کو بحیثیت مؤرخ نظر انداز کیا گیا۔

مرزا ابن حنیف (۳۰ر دسمبر ۱۹۳۰ء۔ ۲۹ر جولائی ۲۰۰۴ء) ایک ہمہ جہت شخصیت کے طور پہچانے جاتے ہیں ان کا حلقہ ارادت زندگی کے تمام شعبہ جات سے منسلکہ لوگوں تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ ایک ایماندار صحافی، ایک محنتی مترجم، مخلص دانشور، ایک وقف (Deveoted) ماہر آثار قدیمہ، ایک فلسفی مورخ، ایک زیرک تجزیہ نگار، ایک انتھک محقق اور ایک شفیق اور مخلص انسان تھے اور اسی وجہ سے انہیں تمام طبقات زندگی میں یکساں عزت و احترام حاصل تھا۔ ان کی صحافتی تحریریں عام لوگوں کے لیے صرف ذریعہ تفریح نہیں بلکہ تہذیب، تیقن انسان اور روشن خیال کا سبق ہیں اسی طرح ان کے تراجم اور تاریخی تحریریں نہ صرف اہل زبان اور اردو داں طبقہ کے لئے تفہیم و ابلاغ کی جہات متعارف کراتی ہیں بلکہ

مورخین اور ماہرین نفسیات کے لئے فطرت اور تاریخی عمل کی تفہیم کے راستے بھی متعین کرتی ہیں۔ان کی کتاب دوستی مثالی تھی۔مرزا ابن حنیف اپنی ذات میں ایک مکمل انجمن تھے، بے لوث، انتھک، مخلص، دردذات سے درد جہاں کشید کرنے والے، مغلیہ انا پرست، محبّ وطن، اور دھرتی کے حق کو تسلیم کرنے والے (۹)۔

ہم عصر مورخ اور ادیب کے طور پر ابن حنیف پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بے بہا معلومات انکی ذاتی زندگی اور نظریات پر موجود ہیں ان پر ابتدائی طور پر اخبارات میں کچھ تعارفی تحریریں طبع ہوئیں البتہ پہلی باقاعدہ تحریر ایم۔اے سکالر کے طور ۱۹۸۴ میں نعمت الحق نے لکھی (۱۰) جو کہ ابن حنیف کے باقاعدہ انٹرویوز، ذاتی مشاہدات اور ابن حنیف کے دوست احباب اور رشتہ داروں کے انٹرویوز پر مشتمل تھی اور ان کے تحقیقی و تصنیفی کام کا تعارف بھی۔بعد کے مضامین اور مقالہ جات کی زیادہ تر معلومات اس مقالے میں موجود معلومات سے متجاوز نہیں ہیں ۲۰۰۴ میں ابن حنیف کی وفات پر انگارے نے خصوصی شمارہ شائع کیا۔جس میں ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر نعمت الحق، ڈاکٹر خالد سنجرانی، ڈاکٹر اے۔بی۔اشرف، شوکت نعیم قادری، رضی الدین رضی، غلام حسن ساجد جیسے ابن حنیف کے ہم عصر اہل قلم نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور تجزیات مرتب کیے (۱۱)۔کئی اخبارات میں ان کے ہم عصر اہل قلم کے انٹرویوز میں بھی مرزا صاحب سے متعلق بہت اعلیٰ جذبات اور ان کے تحقیقی کام کی توصیف ملتی ہے۔اسی طرح ان کے تراجم اور تصانیف پر لکھے گئے تبصروں سے بھی ان کے علمی اور دانشورانہ معیار اور محنت کا اندازہ ہوتا ہے اور معلومات ملتی ہیں (۱۲)۔ان کی وفات کے بعد ان کی بیٹی نے ان کے علمی و ادبی مضامین کی تدوین کی اور اس طرح سے شعبہ اردو اور تاریخ میں مقالہ جات بھی لکھے گئے ہیں (۱۳)۔ملتان شہر کے لوگوں کے دلوں میں ان کا احترام اور انکی یادیں محفوظ ہیں۔اس طرح ڈاکٹر انوار احمد کی یادگار زمانہ ھیں جو لوگ میں بھی مرزا ابن حنیف کے اعلیٰ علمی مقام کی صراحت کی گئی ہے (۱۴)۔مرزا ابن حنیف پر تحریروں کا سلسلہ جاری ہے اور ایک سب سے قریب مضمون دسمبر ۲۰۱۸ء کے خبریں اخبار میں جاوید اختر بھٹی صاحب نے شائع کیا ہے (۱۵)۔ ابن حنیف وہ واحد ادیب و مورخ ہیں جو اپنے ہم عصروں کے معاندانہ چشمک اور ادبی مخاصمت سے آزاد ہیں۔

مرزا ابن حنیف کی صحیح تاریخ پیدائش کا ریکارڈ موجود نہیں ہے مڈل کے سرٹیفکیٹ پر ان کی تاریخ پیدائش ۶ رنومبر ۱۹۳۱ء تھی۔البتہ میٹرک کی سند کے مطابق ابن حنیف ۳۰ ردسمبر ۱۹۳۰ء کو برطانوی ہند کے دارالحکومت دہلی کے نواح میں واقع ریاست جند کے ضلع ڈالمیہ کے گاؤں کلیانہ کے ایک خاندان میں پیدا ہوئے۔ان کی پیدائش ہم عصر مروجہ رسوم کے مطابق ان کے نانا مرزا امراؤ بیگ کے گھر قصبہ دجانہ میں ہوئی۔ان کا نام مرزا محمد ظریف بیگ رکھا گیا۔برطانوی سامراج آزادی کی جدوجہد مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ، خلافت تحریک کی ناکامی اور مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے کرشماتی دوراھے پر پیدا ہونے اور پرورش پانے والے مرزا ابن حنیف کے لئے یقیناً کئی سوالات انکے ہم عصر ماحول سے ہی پیدا ہوئے ہوں گے۔وہ مغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے جنکے اقتدار کے خاتمے کے بعد کے حالات واقعات کچھ دل کشا نہیں تھے ، برطانوی استعمار اور اس کے اثرات کے سوالات بھی یقیناً موجود ہوں گے خاص طور پر جبکہ دہلی اور گردونواح ادبی، سیاسی، سماجی، اور ثقافتی تنوع اور جدوجہد کا مرکز تھا۔کلیانہ کا گاؤں تقریباً تین ہزار کی مسلم آبادی پر مشتمل تھا جس میں مختلف پیشوں ، کاروبار کرنے والے لوگوں کے علاوہ برطانوی حکومت اور فوج کے ملازمین بھی شامل تھے اور یہ وہ طبقہ تھا جس نے وقت

کے ساتھ حکام وقت کی طاقت کو تسلیم کیا تھا لیکن ایک عجیب بے چینی اس طبقے کا مقدر تھی اس بے چینی کی یہ طبقہ مختلف طرح سے تسکین کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ مرزا ابن حنیف کا خاندان بھی گاؤں کا ایک معزز اور با اثر خاندان تھا جس کو پرانی اشرافیہ اور نئی حکومت سے یکساں تعلق تھا ابن حنیف کے دادا مرزا قاسم بیگ برطانوی ہند کی فوج میں ملازم ہوئے ان کی خوبیوں اور معاشرتی مقام کی وجہ سے سارا گاؤں اور گردونواح کے لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے وہ بہت ذہین تھے اور لوگ ان سے اپنے مسائل کا حل طلب کرتے تھے ان کا ذاتی کردار بھی لوگوں کی عزت اور تکریم اور معاشرتی روایات کا عکاس تھا ان کی ذہانت بہادری اور سخاوت مشہور تھی ان کی بے چینی اور دانشوارانہ شغل نے انہیں جوانی میں ہی کسی دماغی بیماری میں مبتلا کردیا اور وہ جوانی میں ہی ۱۳-۱۹۱۲ء میں وفات پا گئے۔ مرزا ابن حنیف کے والد مرزا حنیف بیگ اکلوتی اولاد تھے ۰۲-۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے اور والد کی وفات کے وقت صرف گیارہ برس کے تھے پہلے فوج اور پھر پولیس کی ملازمت اختیار کی اور تقسیم سے پہلے حصار، کرنال، روہتک اور دہلی کے علاقوں میں متعین رہے اور قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور مظفر گڑھ، ملتان، بہاولپور اور بہاولنگر میں خدمات سرانجام دیں۔ مرزا محمد ظریف بیگ نے مشاہداتی اور روایتی تعلیم گھر پر اپنی والدہ سے اور اہل گاؤں سے حاصل کی اور بعد ازاں رسمی تعلیم کا آغاز گاؤں کے سکول سے کیا۔ والد کے ملازمت پیشہ ہونے اور گھر سے دور تعیناتی کی وجہ سے ایک آزاد منش طبیعت جلاء کو ملی جس میں ذاتی مشاہدہ، استدلال اور معاشرتی میل تال بہت اہم حیثیت کے حامل تھے۔ علمی وادبی سرگرمیوں اور ماحول کی وجہ سے کتاب بینی اور کتاب شناسی کا شوق نمایاں تھا۔ اگرچہ انگریزوں نے ایک نیا علمی ماحول پروان چڑھایا تھا لیکن ایک تشنگی کا احساس مرزا ظریف بیگ کو علاقے کی کھوج اور تاریخ کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے تھا۔ تاریخ اور آثار ویسے بھی اس وقت کا سب سے نمایاں فکری رجحان اور فکری مباحث کی سب سے نمایاں دلیل تھی۔ مرزا ابن حنیف اس فکری رجحان میں سرتاپا غرق ہو گئے دہلی اور جیند کے اردگرد کا سارا علاقہ تاریخی اہمیت کا حامل تھا جگہ جگہ تاریخی آثار، عمارات، اساطیر اور نوابوں، بادشاہوں، جاگیرداروں، ہیروز، جنگجوؤں کی داستانیں بکھری ہوئیں تھیں اور ہر عنصر کے ساتھ جڑی ایک داستان تاریخ، علاقہ، افسانہ اور ادب کو باہم مربوط کیے ہوئے تھی۔ اس ماحول نے مرزا ابن حنیف کی فکری نشوونما کو ایک وسیع بنیاد فراہم کی ۱۹۴۰ میں مرزا ظریف بیگ کو ان کے والد اپنے ساتھ کسی کام کے سلسلے میں دہلی لے گئے جہاں انہیں مغل ورثہ، پرشکوہ مساجد، قلعہ، مزارات اور محلات کی سیر کرائی جس سے نہ صرف ایک شاندار پرشکوہ ماضی سے محبت بڑھی بلکہ آثار کو سمجھنے اور ان کی اساطیری اور تعالی علمی وسماجی اہمیت کا بھی احساس پیدا ہوا۔ آثار سے منسلک کہانیاں اور دیومالائی کردار بھی انہیں اپنی ثقافت اور شخصیت کا حصہ محسوس ہونے لگے۔ ان کے والد ملازمت کے سلسلے میں تین سال حصار میں رہے۔ جہاں مرزا ابن حنیف نے چوتھی، پانچویں اور چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی یہ ۱۹۴۱ سے ۱۹۴۴ کا دور تھا۔ حصار بھی ایک تاریخی شہر ہے اور یہاں بھی تاریخی عمارتوں کا ایک سلسلہ بشمول دفاعی قلعہ موجود تھا یہاں دیومالائی کہانیوں سے بھرپور 'گجری محل' بھی مشہور تھا اور سکول قریب ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب یہاں وقت گزارتے اور دیومالائی فکر اور ماحول کا ادراک کرتے، قدیم دور کا تصور تخلیق کرتے اور اس سے حظ اٹھاتے۔ والد صاحب کا تقرر کرنال ہوا تو وہاں چلے گئے اور وہاں پر ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۶ء تک کا وقت گزارا اور تعلیم حاصل کی۔ نویں کا امتحان پاس کیا اور پھر حصار آ گئے۔ ۱۹۴۷ میں جس وقت تقسیم کا

عمل اور فسادات شروع ہوئے وہ میٹرک کا امتحان دے چکے تھے اور نمایاں طور پر پاکستان کی تشکیل کے عمل کا مشاہدہ کر رہے تھے اور اس میں حصہ لے رہے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں مرزا ابن حنیف خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور ملتان کے قریب مظفر گڑھ میں آباد ہوئے اور تعلیم ترک کر کے فوراً ہی مہاجرین کی آبادکاری میں حصہ لینے لگے۔ ۱۹۴۹ء میں مرزا ابن حنیف نے دوبارہ تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور بعدازاں ایمرسن کالج ملتان میں داخلہ لے لیا۔ ڈاکٹر نعمت الحق لکھتے ہیں کہ ایمرسن کالج میں ہسٹری سوسائیٹی کے زیر اہتمام موہن جوداڑو کے مطالعاتی دورے نے انہیں ایسی سرشاری عطا کی اور ایسی دیومالائی دنیا دکھائی کہ انہوں نے قدیم تاریخ اور دیومالا کے مطالعہ کو اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ اس مطالعاتی دورے نے ان کی فطرت اور قدیم تاریخ کو باہم مربوط کر دیا۔ ۱۹۵۴ء میں انہوں نے بی۔اے کا امتحان دیا۔ چونکہ تاریخی فکر اور تخیل میں اپنے وقت سے بہت آگے تھے اور نصابی کتب پیچھے رہ گئی تھی۔ اس لئے وہ تاریخ کے مضمون میں ہی فیل ہوگئے چنانچہ انہوں نے رسمی تعلیم کو خیرآباد کہہ دیا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۰ء تک وہ کوئٹہ میں رہے اور گلی گل محمد کے چھ ہزار سال پرانے کھنڈرات سے عشاقی کے علاوہ وہاں گزربسر کے لئے کام بھی کرتے رہے۔ ۱۹۵۹ء میں مرزا ابن حنیف کی شادی فہمیدہ بیگم سے ہوگئی اور ۱۹۶۰ء میں محکمہ ٹیلی گراف میں ملازمت اختیار کر لی، اس دوران غیر سرکاری سکول میں بھی پڑھاتے رہے۔ بعدازاں ۱۹۶۰ء میں ہی ملتان میں آباد ہوگئے (۱۶)۔ ۱۹۶۱ میں انہوں نے دانش کدہ کے نام سے حسین گاہی بازار ملتان میں کتابوں کی دکان کھولی جو اہل علم کا مرکز بن گئی۔ وہ نئی کتابیں منگواتے، پہلے خود پڑھتے پھر فروخت کے لئے پیش کرتے۔ دکان میں بیٹھ کر پڑھنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ کتاب چوروں کو پڑھنے کے لیے چوری کرنے کا کریڈٹ دیتے اور فرط حیاء سے کتابیں چوری کرنے والوں سے آنکھیں موند لیتے۔ اگرچہ ان کا کاروبار ناکام ہوگیا مگر انہوں نے تصنیف و تالیف کا کام شدومد سے جاری رکھا (۱۷)۔ ان کی ابتدائی تصانیف ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان لکھی گئیں۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے روزنامہ امروز ملتان میں ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۷۲ء۔۱۹۷۳ میں جب ابن قاسم باغ اسٹیڈیم قلعہ کہنہ ملتان کی تعمیر کے لیے کھدائی کا آغاز ہوا تو اس وقت سے ۱۹۸۵ء میں اسٹیڈیم کی تکمیل تک مرزا ابن حنیف کھدائی سے برآمد ہونے والی مٹی کھنگالتے اور سارا دن کھدائی سے برآمد ہونے والی چیزوں کا بیٹھ کر مشاہدہ اور تجزیہ کرتے۔ اس کھدائی سے انہوں نے بے شمار نوادرات جمع کیے ریٹائرمنٹ (Retirement) کے بعد مرزا صاحب نے بہاءالدین زکریا یونیورسٹی اور دوسرے تعلیمی اداروں اور مجلسوں کو شرفِ نمائندگی بخشا۔ ۲۰۰۰ء میں جب بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سرائیکی ریسرچ سنٹر بنا تو ابن حنیف رضا کارانہ طور پر اس کے ساتھ منسلک ہوئے اور بعدازاں سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر کی تشکیل وارتقاء میں بھرپور حصہ لیا۔ جب محدود مدت کے لئے ان کی سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر میں تعیناتی کی گئی تو انہوں نے ملتان کی تاریخ وثقافت پر تحقیقی کام مرتب کرنے کے لئے لائحہ عمل کی تشکیل میں بھرپور معاونت کی لیکن بعدازاں HEC کی سخت شرائط کی وجہ سے مرزا صاحب ملازمت جاری نہ رکھ سکے مگر انہوں نے فکری معاونت جاری رکھی (۱۸)۔ مرزا ابن حنیف مختلف امراض کا شکار رہے لیکن انہوں نے تنگ دستی کے باوجود کوئی امداد قبول نہیں کی اور ۲۹ رجولائی ۲۰۰۴ کی صبح وفات پائی۔ ان کے جنازہ میں نوجوانوں کی کثیر تعداد دیکھ کر اہل علم حیران تھے ان کی چار بیٹیاں ان کے ورثہ کی امین ہیں۔

ابن حنیف ایک وسیع المطالعہ اور وسیع القلم شخصیت تھے۔ان کی تصنیفی زندگی پچاس سال سے زائد دور پر محیط تھی جس دوران میں انہوں نے پاکستان کے مختلف اخبارات، جرائد، رسائل، میگزین میں مختلف امور پر بے شمار مضامین تحریر کیے اور اس دوران انہوں نے مختلف کتابوں کے تراجم کے ساتھ اپنی تصنیفی و تخلیقی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔ ان کا پہلا مضمون 'چنگیز کی موت کے چند راز' ۱۶ مئی ۱۹۵۳ء کے روزنامہ امروز (لاہور) میں شائع ہوا اور اس کے بعد یہ سلسلہ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے تک جاری رہا۔اس دوران میں وہ ماہنامہ ارتقاء، ہفت روزہ قندیل، لاہور، روزنامہ امروز لاہور، روزنامہ زمیندار لاہور، روزنامہ جنگ کراچی، ماہنامہ تنویر ملتان، ماہنامہ فنون لاہور، روزنامہ امروز ملتان، ماہنامہ سیپ کراچی میں اپنی نگارشات شائع کرتے رہے۔۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۹ء تک ان کی زیادہ تر تحریریں، سوائے چند ایک، کے لاہور سے شائع ہوتی رہیں لیکن ۱۹۷۰ء میں انہوں نے خود کو روزنامہ امروز ملتان کے لئے وقف کر دیا اور ان کے مضامین پر مشتمل تمام تحریریں روزنامہ 'امروز' میں شائع ہوئیں۔ایک عوامی مصنف کے طور پر انہوں نے عوامی دلچسپی کے بے شمار موضوعات پر ایسے مضامین تحریر کیے جو تعارفی نوعیت کے تھے یا بین الاقوامی سیاست اور ہم عصر مسائل کی نشاندہی کرتے تھے (۱۹)۔لیکن ان کا مجموعی طور پر واضح رجحان ابتدائی قدیم تاریخ کے بیان اور اس کی تفہیم کی طرف ہی مائل رہا۔ان کے ایک سو پچاس سے زائد مضامین میں سے ایک سو بیس سے زائد تاریخ سے متعلق ہیں اور ان میں بھی زیادہ تر قدیم تاریخ سے نقاب کشائی کرتے ہیں۔انہوں نے قدیم مصر، یونان، بھارت اور بابل سے لے کر اپنی ہم عصر مسائل اور پاکستان کے مسائل کو ایک تاریخی اور ثقافتی تسلسل اور اکائی کی شکل میں دیکھا (۲۰)۔۱۹۷۰ء میں ملتان آمد کے بعد انہوں نے ملتان کے مختلف مسائل پر بھی مضامین لکھے۔ملتان میں عجائب گھر کے قیام کی اہمیت پر زور دیا، ملتان کے مخطوطات پر مضامین لکھے۔اور اپنے آپ کو ملتان کے لئے وقف کر دیا (۲۱)۔ابن حنیف سمجھتے تھے کہ تاریخ کا ایک یکطرفہ بیانیہ تشکیل پا رہا ہے اور اس کے متبادل اور متوازی علم کا ایک وسیع دائرہ کار موجود ہے جس کو عوام تک پہنچانا معاشرتی تفہیم کے لیے انتہائی ضروری ہے۔اس کے لیے ابن حنیف نے خود کو اپنی ہم عصر شائع ہونے والی تاریخ کی جدید تحقیق سے نہ صرف وابستہ کیا بلکہ وقف کیا۔وہ جدید تحقیق کو ترجمہ، تشریح اور حاشیہ آرائی کے ساتھ عوام تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتے تھے لہٰذا قدیم مصر سے لے کر ان کے اپنے مستقر ہڑپائی علاقے پر شائع ہونے والی جدید تحقیق ان کے توسط سے اور روزنامہ امروز کے ذریعے خطے کے علم دوستوں اور تاریخ شناسوں تک رسائی حاصل کرتی رہی (۲۲)۔مرزا ابن حنیف نے اسی متبادل اور متوازی بیانیہ پر کام کیا۔اس بیانیہ پر اس وقت کے انگریز ماہرینِ آثارِ قدیمہ بھی کام کر رہے تھے۔اس بیانیہ پر مرزا ابن حنیف کی کتابی تصانیف کی اشاعت کا آغاز ۱۹۶۰ء سے ہوا اور انہوں نے کئی وسیع الظرف کتب تحریر کیں جو مکتبہ کارواں لاہور، مکتبہ مُعین الادب لاہور، ادب مرکز، لاہور، کوہ نور پبلی کیشنز لاہور اور بعدازاں کاروان ادب ملتان اور بیکن بکس ملتان سے شائع ہوئیں۔ان میں سے ہزاروں سال پہلے ۱۹۶۰ئمیں شائع ہوئی اور ابتدائی انسانی ارتقاء کی بنیادی حیثیت سے بحث کرتی ہے۔چلچاش کی داستان یا دنیا کی پہلی داستان (۱۹۶۰ء) ادبی تاریخ کے آغاز کے نقطہ نظر سے طبع زاد ترجمے کے طور پر شائع کی گئی۔بھولی بسری کہانیاں (۱۹۶۴ء) ادب اور معاشرت کے باہمی تعلق کے اظہاریہ کے طور پر تالیف کی گئی۔تخلیق کائنات: قدیم عراقیوں اور یونانیوں کی نظر میں (۱۹۶۶ء) قدیم اور ابتدائی تاریخ اور انسان کے بنیادی سوالوں کے

جوابات کے طور پر ترتیب پائی۔ یہ کتابیں ماخوذ ہیں اور تراجم، افسانوں اور اساطیر پر مشتمل ہیں لیکن ۱۹۷۰ کے بعد سرائیکی خطے میں انہوں نے ذاتی دلچسپی لی اور ان کی ملتان میں تحریر کی گئی ان کی کتابیں ان کی اصل پہچان بن گئیں۔ ملتان میں تصنیف کی گئی کتابوں میں ان کی سب سے نمایاں اور طبع زاد تخلیق سات دریاؤں کی سرزمین، تین پُر اسرار خطے اور ملتان ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔ دوسری دو مقبول کتابوں میں مصر کی قدیم مصوری ۱۹۸۱ء اور دنیا کا قدیم ترین ادب ۱۹۸۲ء شامل ہیں۔

دنیا کا قدیم ترین ادب ۱۹۸۷ء اور ۱۹۹۷ء میں دوبارہ بیکن بکس سے شائع ہوئیں۔ اسی طرح بھولی بسری کہانیاں تصحیح اصنافوں کے ساتھ دوبارہ مرتب کی گئیں اور بھارت، مصر اور یونان کی جلدوں میں تقسیم کی گئیں جو ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۴ء میں بالترتیب بیکن بکس سے شائع ہوئیں۔ مصر کا قدیم ادب چار جلدوں میں ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا جبکہ مصر کی قدیم مصوری کاروان ادب سے ۱۹۸۱ء میں شائع ہو چکی تھی۔ ان تحریروں نے انہیں ایک نمایاں متبادل و متوازی ماہر تاریخ و آثار قدیمہ کی حیثیت دے دی۔ ان کی تحریروں پر تبصرے اور جائزے پاکستان کے مختلف اخبارات و جرائد میں نمایاں طور پر شائع ہوتے رہے[۲۳]۔ سات دریاؤں کی سرزمین کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۵ء میں سنگ میل لاہور اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۷ء میں فکشن ہاؤس لاہور سے شائع ہوا۔ انکی کتاب دنیا کا قدیم ترین ادب نے ۱۹۸۵ء میں اکادمی ادبیات پاکستان ایوارڈ اور اہل قلم ایوارڈ حاصل کیا۔ یہ ساری تصانیف روایتی مارشلائی اسلوب اور بیانیہ کی ضد تھیں اور انسانی ارتقاء کو مذہبی، سیاسی اور معاشرتی بندشوں سے آزاد ایک مسلسل اور باہم مربوط عمل کے طور پر دیکھ رہی تھیں۔ ابن حنیف کا اسلوب اور طریقہ کار بہت منفرد ہے جس کی وجہ سے وہ ادب، تاریخ وثقافت اور معاشرت کے طالب علموں میں یکساں مقبول ہوئے۔ وہ مختلف نظریات، طریقہ ہائے کار، اسلوب، اصناف علوم، اور معاشروں کے درمیان مطابقت کو نمایاں کرتے ہوئے انسانی ارتقاء کے تسلسل کو نمایاں کرتے۔ تاریخ وادب، ماضی وحال، علم ومعاشرت، قدامت و جدت، اور جغرافیہ اور ارتقاء میں فکری تفاوت کو ختم کرتے ہیں اور فطری اور جبلی (ahistorical) جذبات، رجحانات، خواہشات، درجات اور عملیات کی اہمیت اجاگر کرتے اور انہیں نمایاں کرتے ہیں لہذا ان کے لیے اساطیر بھی ایک معاشرتی نمائندگی ہیں نہ کہ مابعدالطبیعاتی یا الوہی حقیقت اور اسی طرح سے ان کے نزدیک جدید معاشرتی رویئے اور رجحانات بھی انہیں بنیادی ماقبل ارتقاء عوامل پر قائم ہیں[۲۴]۔ لہذا وہ انسانی فطرت کی ہم آہنگی اور یکسانیت کو تمام تاریخی عمل کے ارتقاء میں تلاش کرتے ہیں۔ اس کے لیے نہ صرف یہ کہ انہوں نے اپنے ہم عصر علماء ودانشوروں سے رہنمائی حاصل کی بلکہ اپنے دور کی جدید تاریخی وسائنسی تحقیق سے استفادہ کیا[۲۵]۔ اس کے لئے جہاں انہوں نے ایک اعلی معیار کی اردو اور انگریزی زبان دانی کو تراجم کے لیے استعمال کیا، وہیں پر انہوں نے اپنے قیاسی استدلال کا بھی استعمال کیا اور اس سے بھی بڑھ کر اس مقصد کیلئے اپنے ہم عصر جنوبی ایشیائی معاشرے کے ساتھ موازنہ بھی کیا۔ ان کے لئے جنوب ایشیائی معاشرے کی شناخت اور تاریخی ارتقاء کا سوال ہی اتنا اہم تھا کہ اس مقصد کے لیے انہوں نے دیگر تر قدیم تہذیبوں کا مطالعہ کیا[۲۶]۔ اگرچہ ابتدائی تصنیفات زیادہ تر تراجم پر مشتمل تھیں لیکن ۱۹۷۰ء کے بعد انہوں نے تاریخی اظہار (Historical Discourse) کا طریقہ اختیار کیا اور انسانی ارتقاء کو رسوم، رواج، سیاست، معاشرت اور ادوار کے

اظہاریہ (Discourse) کے انداز میں بیان کیا۔اس کے لئے ان کا بنیادی حوالہ پاکستان کی قومی اور تاریخی شناخت کی تشریح کا تھا۔ابن حنیف نظریاتی جبر سے اچھی طرح واقف تھے اخبار میں کام کے دوران جس طرح سے اخبار دباؤ کا شکار ہوتے تھے اس نے انہیں بہت محتاط کر دیا تھا۔ لہذا ظاہری معاشرتی تضاد یا مخاصمانہ سیاسی مباحث اور اظہاریہ (discourse) کا حصہ بنے بغیر انہوں نے جن موضوعات پر کام کیا اور جس طرح سے پاکستان کی شناخت کی تشریح کی وہ مارشل لاء ۱۹۸۸۔۱۹۷۷ کے دور میں ہی ایک متبادل بیانیہ بن گئی جس میں انسانیت نوازی (Humanism)، آفاقی انسانی اقدار اور جذبات واحساسات اور معاشرتی اقدار، مذہب وملت کے تصورات سے قبل بنیادی اور ماوراشکل میں سامنے آتی ہیں۔

جس وقت ابن حنیف کے ہم عصر علماء وحکماء اسلامی فلسفہ، دوقومی نظریہ، پاکستان کی نظریاتی اساس جیسے موضوعات کو زیر بحث بنا رہے تھے اس وقت انہوں نے اس قدیم تاریخ سے ناطہ جوڑا جو اسلام اور مسلمان نظریہ سے پہلے موجود تھی اور اس طرح سے قدیم تہذیبوں کے آفاقی تسلسل کی نشاندہی کی۔انہوں نے معاشرت کو بھی زمانی قطع وبرید سے نکال کر ایک تاریخی تسلسل وارتقاء کی شکل میں بیان کیا۔ان کے اس طریقہ کار سے برتری اور کمتری کے دعاوی کمزور ہونے کے ساتھ تاریخی عمل میں مختلف ادوار میں مختلف قوموں کے یکساں اہمیت کے کردار ادا کرنے کا احساس بھی نمایاں ہوتا ہے۔ لہذا مصر، بابل، یونان اور بھارت تہذیبی تسلسل کی بڑی اکائیوں کے طور پر ابن حنیف کے طریقہ کار کا حصہ بنتے ہیں (۲۷)۔یہ اکائیاں قدیم اکائیاں ہیں اور ابن حنیف جدید دنیا کو انہیں بنیادی تہذیبی خدوخال اور معاشرت کے تسلسل وارتقاء کی شکل میں دیکھتے ہیں۔اس تسلسل وارتقاء میں ان کا محبوب جغرافیہ ''سات دریاؤں کی سرزمین'' کی شکل میں سامنے آتا ہے ابن حنیف کون ومکان کی نظریاتی یا سیاسی اساس کی بجائے تاریخی اور ارتقائی بنیاد کو اہمیت دیتے ہیں۔لہذا ان کا مشاہدہ، ذاتی تجربہ اور ہم عصر مکانی روایت ان کے طریقہ کار کی تشکیل اور ان کے نظریات کی تدوین کے لئے بنیاد بن جاتی ہے یہ ایک منفرد طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ابن حنیف قدیم اساطیری ادوار اور جدید ہم عصر نظریات کو باہم یکجا کرتے ہیں اور درحقیقت اپنے ہم عصر مروج بیانیہ کو انتہائی سادہ اور آسان انداز میں رد کرتے ہیں۔ یہ نرم خوئی اور سادگی ان کے شخصی مزاج اور تاریخی کلام وبیانیہ کا اہم حصہ رہی۔اپنے نظریات اور خیالات کی تشکیل کے لئے ابن حنیف قیاسی طریقہ کار (speculative methodology) اختیار کرتے ہیں۔اور متبادل بیانیوں (Narratives) پر غور کرتے ہیں وہ خود اپنے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہیں کہ مطالعہ کے دوران چند نکات پر غور کرتے ہیں۔اور ان کے متبادل سوالات، بیانیہ اور اس کے استخراج اور نتائج سے طبع آزمائی کرتے ہیں پھر اس پر تحقیقی استقرار کا تعین کرتے ہیں ابن حنیف فکری ارتکاز کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور حقائق، واقعات اور شہادتوں کے تجزیئہ کی استعداد کو ارتکاز فکر سے مشروط کرتے ہیں۔وہ اپنے فکری قیاسات سے علمی سوال کا استنباط کرتے ہیں اور بعدازاں انہیں قدیم ثقافتی وادبی شہادتوں سے بیانیہ کی شکل دیتے ہیں اپنے قیاسات کے لئے وہ صوتی ولسانی مشابہتوں سے بھی استدلال کرتے ہیں۔لیکن ماحولیاتی اور جغرافیائی شہادتوں اور آثار سے رد دلائل اور وضع دلائل کرتے ہیں (۲۸)۔مرزا ابن حنیف نے اپنا کام چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور شذروں کی شکل میں مرتب کیا جو مختلف اخبارات وجرائد میں شائع ہوتے اور بعدازاں وہ ایک بڑے ہم آہنگ کتابی بیانیہ

کی شکل اختیار کر لیتے ۔ اسی وجہ سے ان کی کتابوں میں ابواب اور ذیلی حصوں کے نام دلائل کی صورت میں نظر آتے ہیں یا بیان کی صورت مثلاً ''علم بردار توحید اخناتون''، ''توتمس تاریخ کا پہلا فاتح''، ''لبنان کے فونیقی ڈھائی ہزار سال پہلے امریکہ پہنچے'' ''ملتان اور اس علاقے کی ازمنہ قدیم اہمیت اور تہذیبی ارتقاء'' ان کے اس طریقہ کار کو ہم عصر ادیبوں اور مؤرخوں کی پرکھ مستند بناتی رہی۔ علم آثار قدیمہ اور تاریخ سے ان کی دلچسپی کو عبداللطیف مرزا اور پروفیسر منور علی خان نے مہمیز دی۔ علامہ عتیق فکری سے دوستی رہی۔ ڈاکٹر انوار احمد اور ڈاکٹر خرم قادر کے ساتھ مباحث رہے اور وہ جدید ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیقات ان کے نظریات کی تصدیق کرتی رہیں۔

مرزا ابن حنیف کا نظریہ تاریخ:

ابن حنیف تاریخ کے بیان کو ایک جامع تناظر میں دیکھتے ہیں جو معاشرت کے سیاسی، سماجی، ادبی، ارتقاء کا اظہار کرتا ہے وہ اس یکسانی نقطہ نظر (wholistic approach) پر اپنا بیان مرتب کرتے ہیں لیکن ان کے لئے اسکلیاتی بیان کے بنیادی جزیا مطالعہ تاریخ کا بنیادی حوالہ (Unit of Hostorical Studies) ادب، اساطیر اور آثار ہیں۔ ادب، اساطیر اور آثار کی ابن حنیف اپنے ہم عصر رسم ورواج، رویوں، رجحانات، میلانات سے ہم آہنگی کی بنیادوں پر تفہیم کرتے ہیں۔ اور اسی طرح سے تدریجی (Hierarchical) آفاقی، اقدار و فلسفہ کی تدوین کرتے ہیں۔ اساطیر سے متعلق ان کا نظریہ تھا کہ قدیم اساطیر فطری (Nature Myth) ہیں جو ''انسانی جذبات و محسوسات اور انسانی چلن اور معاشرت سے معمور ہے''۔ (۲۹) اور یہی نکتہ نظر ادب سے متعلق بھی ہے۔ ادب ابن حنیف کے نزدیک تہذیب، معاشرت اور انسانی نفسیات کا مرہون منت ہوتا ہے اور قدیم ادب انسانی فطرت کی ابتدائی مگر بنیادی رمز شناسی کا اظہار کرتا ہے۔ آثار سے بھی ابن حنیف یہی اوصاف وضع کرتے ہیں۔ آثار کو اپنا مطالعہ تہذیب کا بنیادی مرکز بنا کر ابن حنیف قدیم تاریخ اور معاشرت سے جدید دور تک کی ارتقائی تقسیم کے بنیادی امور اور اصول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس طریقہ کار سے شاہی خاندان، دیوی دیوتا اور مافوق الفطرت حوادث کو معاشرتی بندھن اور انسان اور فطرت کی ہم آہنگی کے بنیادی حوالے کے طور پر پیش کرتے ہیں انہیں حوالوں سے، ابن حنیف قدیم تاریخی ادب، آثار اور اساطیر کے ذریعے معاشرتی رسوم، تعلقات اور ادارہ جات کی انسانی ارتقاء اور تمدن میں بنیادیں ڈھونڈتے ہیں۔ ان میں قربانی کی رسوم، شادی بیاہ کے ادارے اور رواج، جائیداد، روزمرہ امور، کھانے پینے کے طریقے اور باہمی خاندانی تعلقات کا اظہار یہ شامل ہیں۔ اس میں اہم بات یہ ہے کہ ابن حنیف کی ساری تشریحات اور تراجم جدید دور کے معاشرتی و اساطیری مزاج اور ادارہ جاتی نظام کی توثیق کرتی ہیں اور اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ابن حنیف فطری اصول اور تسلسل کو تاریخی عمل میں نمایاں کرتے ہیں اور ان کی ترویج کرتے ہیں۔

مرزا ابن حنیف روایتی تاریخی بیانہ سے باہر نکل کر اپنی تاریخ کی تعبیر نو کی کوشش کرتے ہیں وہ تاریخ کے روایتی تعصّبات کو مسترد کرتے ہیں اور روایتی طور پر ناپسندیدہ تصورات اور عوامل کی بھی مثبت معاشرتی و ثقافتی تشریحات کرتے ہیں ''اخناتون'' فرعون مصر پر اپنے ہفت روزہ قندیل لاہور کے مضمون میں ابن حنیف قدیم مصری معاشرت اور سیاست کی

تشکیل میں اس کے بنیادی کردار کی نشاندہی کرتے اور اس کی تعریف کرتے ہیں ابن حنیف اس کے شخصی کردار کی عظمت کے بھی قائل ہیں (۳۰)۔

ابن حنیف ابتدائی مذاہب کے زراعت سے اشتقاق کی تعبیر کرتے ہیں اور مذہبی اساطیر کو بھی معاشرت سے منسلک کرتے ہیں۔اس وجہ سے اسرائیلیات ان کے نزدیک ماقبل ارتقاء(ahistorical) اصول کے طور پر نظر آتی ہیں اور تین بڑے مذاہب کے بنیادی ڈھانچہ کو ترتیب دیتی ہیں۔حضرت یوسفؑ ان کے نزدیک جاگیرداری نظام کے توڑنے والے اور انفرادی ملکیت کا خاتمہ کر کے سیاست کو طاقت فراہم کرنے والے مصلح کے طور پر نظر آتے ہیں۔اس طرح وہ قدیم مصر میں زلیخا اور ''حطشی پسط'' کی صورت میں خواتین کے ایک ایسے بہت ہی مضبوط اور اعلیٰ کردار کی بھی نشاندہی کرتے ہیں جو سیاست اور معیشت میں ان کی طاقت کی بنیاد تھا۔اسی طرح حضرت موسیٰ سے متعلق مذہبی بیانیوں کی بھی وہ معاشرتی اور اقتصادی پیراؤں میں تشریح کرتے ہیں (۳۱)۔

ابن حنیف کا بنیادی سوال ذاتی اور قومی شناخت کا ہی تھا لہٰذا وہ اپنی تمام دانشورانہ اور تحقیقی سرگرمیوں کو اسی حوالے سے منطبق کرتے نظر آتے ہیں ان کے پاس ایک تہذیبی وجغرافیائی تعلق ملکیت (ownership) کا احساس نمایا ں ہے اور اسی احساس کے تحت ابن حنیف پاکستانی شناخت کے سوال سے بحث کرتے ہیں اور خطہء پاکستان کی جغرافیائی اور تہذیبی قدامت، یک جہتی اور انفرادیت کے قائل نظر آتے ہیں اور اسکے لئے دلائل دیتے نظر آتے ہیں اس سلسلے میں وہ کننگھم (۳۲)، مارشل (۳۳) یا رفیق مغل (۳۴) کی طرح محض علم آثار سے متعلق آثاریاتی (Archaeological) دلائل اور تشریحات سے بحث نہیں کرتے بلکہ ثقافتی اور رسوماتی تسلسل اور تعلق کو بھی اہمیت دیتے ہیں اس مقصد کے لئے ابن حنیف جغرافیائی اور ثقافتی ولسانی وحدت کے روایتی دوائر سے انحراف کرتے ہیں اور تاریخ کے لیےنئی جغرافیائی، لسانی اور ثقافتی حدود کا تعین کرتے ہیں (۳۵) اور اس کے لیے ابن حنیف پنجاب کی بجائے سات دریاوں کی سرزمین کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ابن حنیف یقیناً برطانوی رومانوی تصور قدامت ھند سے واقف تھے اور بظاہر ان کی قدیم تاریخ سے دلچسپی قدامت کے تعین کے سلسلے کی کڑی لگتی ہے اور یہ مباحث سات دریاؤں کی سرزمین اور تین پراسرار خطے اور ملتان میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ان مباحث کے نتیجے میں ملتان کا علاقہ پاکستان کا قدیم تہذیبی وتاریخی مرکز نظر آتا ہے اور قدیم تہذیبوں کے ساتھ ایک ثقافتی اور تہذیبی تعلق میں بھی بندھا ملتا ہے۔ڈاکٹر رفیق مغل کے آرکیالوجیکل شواہد کو ابن حنیف قدیم ثقافتی اور ادبی بیانیے سے ہم آہنگ کر کے اپنے دلائل مرتب کرتے ہیں (۳۶)۔

ابن حنیف کے خیال میں عراق کی قدیم سمیری تہذیب کے کتبوں میں جن جغرافیائی حوالوں کا تذکرہ ''ملوھہ''، ملگان اور ''دلمون'' کے ناموں سے کیا گیا ہے وہ پاکستان کے علاقے ہیں اپنے قیاسات سے انہوں نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر دو دریاؤں، دجلہ وفرات کی سرزمین ایک عظیم تہذیب کو جنم دے سکتی ہے تو کیا سات دریاؤں کی سرزمین میں ایسا نہیں ہوا ہوگا؟(۳۷) انہوں نے ۱۹۵۹ء سے ہی یہ نظریہ قائم کرلیا تھا کہ سنٹرل پاکستان کے علاقوں میں قدیم تہذیبی آثار کے شواہد موجود ہیں اور ماہرین آثار قدیمہ نے ان کے دعوے کی شہادتیں فراہم کیں۔

ابن حنیف نے اپنے قیاسات کو علم آثار قدیمہ کے (Archaeological) کے شواہد سے پرکھنے کا طریقہ

اختیار کیا اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قدیم عراق اور قدیم ملتان میں قریبی تجارتی تعلقات تھے [۳۸] اور بعد ازاں جو تہذیبی مراکز پاکستان میں موہن جوڈارو اور ہڑپہ یا وادی سندھ کے حوالے سے وجود میں آئے وہ اس قدیم تہذیبی تسلسل کی کڑی تھے۔ان کے نزدیک قدیم سمیری کہانیوں میں موجود مالگان، ملوھہ اور دلمون بالترتیب مکران، ملتان اور سندھ کے لئے استعمال ہوئے اور یہ تجارتی مراکز تھے جہاں سے قیمتی پتھر، زرعی اجناس، ملبوسات اور روزمرہ کی اشیاء کی تجارت ہوتی تھی۔ملتان، ملوھہ کا مرکز تھا۔اس دوران دونوں علاقوں میں زرعی معاشرت کی وجہ سے اشجار پرستی اور پتھریلے مندروں کی تعمیر اور ان میں پرستش کا رواج رہا۔اس سے دھرتی پوجا (دھرتی ماں) کے تصورات کو بھی فروغ ملا۔اس معاشرت کے گرد ثقافتی رسم و رواج اور تہوار بھی گھومتے ہیں۔مختلف ادوار میں یہاں مذہبی جنگیں بھی ہوتی رہی جو ابن حنیف قیاس کرتے ہیں، علاقے کے زیادہ تر وسائل کے لئے ہوں گی۔اس طرح ابن حنیف تاریخ کی مادی یا معاشی تعبیر کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ وادی سندھ کی تہذیب یا قدیم پاکستان کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ھاکڑہ تمدن (۴۰۰۰ق م سے ۳۰۰۰ ق م یا قبل ہڑپہ تمدن)

اس دور کو وہ ''اٹوٹ تہذیبی ارتقا'' قرار دیتے ہیں یا بنیادی تہذیبی ارتقا کا دور۔ابتدائی ہڑپائی دور ۳۲۰۰ق م سے ۲۵۰۰ ق م

۲۔موئنجوڈاڑو۔ہڑپہ تمدن یا وادی سندھ کی تہذیب (۲۵۰۰ق م سے ۱۵۰۰ق م)۔یہ تہذیب 1750 تک عروج پر رہی

۳۔وادیٔ سندھ کا تہذیبی دور (۱۵۰۰ق م سے ۵۰۰ق م)

۴۔آریائی دور یا ہندو دور (۱۵۰۰ق م سے ۱۰۰۰ء)

بھولی بسری کہانیوں میں وہ واضح کرتے ہیں کہ اگرچہ آریاوں کی آمد سے موجودہ پاکستان کی قدیم تہذیب کو نقصان پہنچا لیکن بہت جلد مقامی دیوی دیوتاؤں نے آریاؤں کو متاثر کر لیا اور موجودہ پاکستان کے قدیم اساطیری مذاہب آریاوں کے ساتھ وسطی، مشرقی اور جنوبی ھندوستان میں سرایت کر گئے۔اس طرح وہ موجودہ پاکستان کی قدیم ھندوستانی اور آریائی تہذیب میں مرکزیت کے نقطۂ نظر کی تشکیل و ترویج کرتے ہیں [۳۹]۔

اس ترویج کے ساتھ ابن حنیف موجودہ پاکستان کی تاریخی بنیادی کو وسیع کرنے کے ساتھ ساتھ اسے جذباتی بیانیہ سے بھی نکالتے ہیں مزید براں ابن حنیف ان قدیم آثار، رسوم کو ہم عصر شہری آثار و رسوم کے ساتھ ملاتے ہیں اور ایک تاریخی تسلسل و ہم آہنگی کی بنیاد پر پاکستان کی شناخت قائم کرتے ہیں ان کا یہ طریقہ کار بعد ازاں یحییٰ امجد [۴۰]، اعتزاز احسن [۴۱] اور خرم قادر [۴۲] کی تحریروں میں نمایاں طور پر بیانیہ کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تاریخ پاکستان کے اشرافیائی اور ریاستی بیانیہ کے متبادل اور متوازی بیانیوں کی تشکیل میں مرزا ابن حنیف کا ایک نمایاں کردار نظر آتا ہے۔ابن حنیف تاریخ کی نظریاتی اور مابعد الطبیاتی توجیہات سے آگے نکل کر جغرافیائی، مکانی، مقامی اور زمینی توضیح کرتے ہیں۔پاکستان کی تاریخ کی تقطیع، عدم تسلسل، زمانی تصریحات، اور مقامی اور غیر مقامی کی تقسیم کو ختم کر کے ایک عوامی، مکانی اور ارتقائی بیانیہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ابن حنیف اپنے بیانیہ کو ادب، اساطیر اور آثار کے نمائندہ اجزاء پر مرتب کرتے ہیں اور عوامی مزاج، رسومات، رواج اور عصری تقاضہ ہائے حکایات کی روشنی میں ثقافتی رنگوں سے بحث کرتے ہیں۔لہٰذا سیاسی اور اشرافیائی تاریخ کے متبادل ایک اساطیری، ادبی، آثار پر مشتمل ثقافتی بیانیہ کی تشکیل کرتے

ہیں۔ابن حنیف کا یہ بیانیہ اٹھارویں، انیسویں صدی کے رومانویت پسندوں اور مابعد نوآبادیاتی (Postcolonial) مباحث کی نمائندگی اور تشکیل بھی کرتا ہے۔اس طرح سے ابن حنیف ابتدائی مابعد الجدیدیت کا تشکیل کنندہ بھی نظر آتا ہے۔ان کی فکر پاکستان کے ریاستی بیانیہ کو نئی شکل بھی دیتی ہے اور پاکستان کے نئے ثقافتی اکائیوں کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ابن حنیف زمین ومکاں سے اپنی وابستگی کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ایک ایسے وقت میں جب ایک مخصوص بیانیہ انتہائی شدت سے مشاہداتی عملیت وحقائق اور تاریخی عمل کے تسلسل کی نفی کر رہا تھا ابن حنیف کا بیانیہ تاریخ کے نمایاں تعصّبات کو توڑ کر معاشرتی روّیوں پر مشتمل ثقافتی قانون کو معاشرتی بقاء اور تنظیم کی بنیاد قرار دیتا ہے اور اس طرح سے پاکستانی معاشرت کو سمجھنے کے لیے نئے تاریخی اصولوں کی نشاندہی کرتا ہے۔اس رسوماتی، قانونی تشریح کا محور ابن حنیف کو ملتان نظر آتا ہے اور صرف برصغیر کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا کی ابتدائی تاریخ کے لیے ملتان کی مرکزی مکانیت کی تعبیر کرتا ہے۔اس طرح سے ابن حنیف ایک وسیع تناظر میں پاکستان کے وجود اور پاکستان کی مرکزی جغرافیائی اکائی کی بنیادی حیثیت کا تعین کرتا ہے۔ موجود پاکستانی تاریخ نویسی میں یہ فکر ایک نمایاں متبادل اور متوازی بیانیہ کی حیثیت سے دیکھی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات

1. Arthur Marwick, The New nature of History Knowledge, Language, Evidence, London: Palgrave, 2001; m. C. Lemon, Philosophy of History, London: Routledge, 2003.
2. Muhammad shafique 'Discourse of Baloch Identity under the British, Journal of Research Society of Pakistan, Vol.52, No.1, pp.225-235; Muhammad shafique, British Historiography of South Asia: Early Imperial Patterns and Perceptions, Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research, Centre of Excellence, Quaid-e-Azam University, Islamabad, 2016; G. G. Iggers, Historiography in the Twentieth Century: From Scientific Objectivity to the Postmodern Challenge, Wesleyan University Press, 2005
3. James Caron, Borderland Historiography in Pakistan South Asian History and Culture Accepted Version downloaded from SOAS Research Online: South Asian Languages and Cultures, SOAS, University of London, London, UK at ://eprints.soas.ac.uk/22691/ dated July, 2, 2019; Muhammad Shafique, 'Discourse of Baloch Identity under the British, Journal of Research Society of Pakistan, Vol.52, No.1, pp.225-235; Muhammad Shafique Bhatti & Lubna Kanwal, "Baloch Tribalism and British Imperialism: The Conflict of Identity authority and Sovereignty", Journal of South Asian and Middle Eastern Studies, Villanova University, Pennsylvania, Vol.XXXII, No. 4 (Summer 2009), pp.41-63 ; K.K Aziz, The Murder of History, A critique of history textbooks used in Pakistan, 2004. Mubarik Ali, Tarikh aur Nisabi kutab, 2003.
4. Ayesha Jalal, Conjuring Pakistan, History as official imagining, International Journal of Middle East studies, 27, No. 1(Feb., 1995), Ali Usman Qasmi, A Master Narrative for the History of Pakistan: Tracing the origins of an ideological agenda, Modern Asian Studies: CambridgeUniversityPress 2018, pp. 1-40. doi:10.1017/S0026749X17000427; Avril Powell, 'Perceptions of the South Asian

Past: Ideology, Nationalism and School History Textbooks', in Nigel Cook (ed.), The Transmission of Knowledge in South Asia: Essays on Education, Religion, History, and Politics (Delhi: Oxford University Press, 1996). 4 Aminah Mohammad-Arif, 'Textbooks, Nationalism and History Writing in India and Pakistan', in Veronique Benei (ed.), Manufacturing Citizenship: Education and Nationalism in Europe, South Asia and China (Abingdon: Routledge, 2007), pp. 143-68. 5 Elisa Giunchi, 'Rewriting the Past: Political Imperatives and Curricular Reform in Pakistan', Internationale Schulbuchforschung, 29.4 (2007), pp. 375-88; Yvette Claire Rosser, 'Curriculum as Destiny: Forging National Identity in India, Pakistan, and Bangladesh', PhD thesis, University of Texas Austin, 2003

۶۔ محمد کاشف، ابن حنیف عالمی افسانوی ادب کے تراجم ،مقالہ ایم۔فل اردو(ملتان: بہائالدین زکریا یونیورسٹی،۲۰۱۴)

سمیرا احمرین،مرزا ابن حنیف کے علمی و ادبی مضامین کی ترتیب و تدوین ،غیر مطبوعہ مقالہ ایم۔فل اردو،(ملتان: بہاءالدین زکریا یونیورسٹی،۲۰۰۶ء)

۷۔ سات دریاؤں کی سرزمین ابن حنیف کے اس استدلال کا نچوڑ ہے۔اس کا ابتدائی مسودہ ۱۹۵۹ء سے تیار کرنا شروع کیا تھا جو گم ہو گیا اور بعد ازاں انہوں نے ۱۹۸۰ء کی دہائی ہیں اس کو دوبارہ مدون کیا۔ان کا ابتدائی مضمون وادی سندھ کے آباد کار ۱۴/اگست ۱۹۵۹ء امروز ملتان ان کے اس بنیادی مقصد کی نشاندہی کرتا ہے۔

۸۔ یحییٰ امجد،(تاریخ پاکستان۔قدیم دور)،جلد اول،۱۹۸۹

Aitzaz Ahsan, Indus Saga and The Making of Pakistan, Karachi, Oxford University Press, 1996

Khurram Qadir, Life in the Indus Enclave(A Historical Study of Its Urban Mosaic). Rawalpandi, 2018, (PDF, Circulation).

۹۔ مقالہ نگار کا مرزا ابن حنیف سے عقیدت واحترام کا ذاتی تعلق رہا ہے اور مرزا صاحب کے تدبر اور تفکر کی انفرادیت کے قائل ہیں۔مرزا ابن حنیف سے کئی ایک ذاتی نشستیں ہوئیں۔شعبہ تاریخ میں اور سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر میں ان سے تحقیقی منصوبہ جات اور سرائیکی علاقہ کی تاریخ سے متعلق مفید راہنمائی حاصل رہی۔

۱۰۔ نعمت الحق،ملتان کے دو محقق علامہ عتیق فکری ، مرزا ابن حنیف ،تحقیقی مقالہ برائے ایم اے اردو،(ملتان: شعبہ اردو بہاءالدین زکریا یونیورسٹی،۱۹۸۴ء)

یہ مقالہ ابن حنیف صاحب نے ذاتی طور دیکھا اور اس کے لیے تعاون کیا اس لیے اس مقالہ کی صحت مستند ہے اور بعد کے تمام مقالہ نگاروں نے بنیادی معلومات کے لیے اس مقالہ پر انحصار کیا ہے۔

۱۱۔ ماہنامہ انگارے،ملتان،نمبر۲۳،نومبر۲۰۰۴ خصوصی نمبر

۱۲۔ مثلاً سبطِ حسن (ڈان ۳،۱۹۸۳ /ماضی کے مزار (کراچی، ۲۰۱۱ء)، ڈاکٹر انوار احمد (خبریں، ملتان: ۱۳/اگست ۲۰۱۴ء)، نیاز فتح پوری، (نگار لکھنؤ: اپریل ۱۹۶۱ء)، مرزا ادیب، (ماہنامہ ادب لطیف، فروری ۱۹۶۱ء)

۱۳۔ ابن حنیف عالمی افسانوی ادب کے تراجم، مقالہ ایم۔فل اردو، (ملتان: بہائالدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۱۴ء، محولہ بالا

۱۴۔ ڈاکٹر انوار احمد، یادگار زمانہ ھیں جو لوگ، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۲۰

۱۵۔ جاوید اختر بھٹی، ابن حنیف، مشمولہ: روزنامہ خبریں (ملتان: ۱۴/دسمبر ۲۰۱۸ء)

۱۶۔ یہ معلومات نعمت الحق کے مقالہ میں ہیں اور ابن حنیف کی ذاتی طور پر تصدیق شدہ ہیں (بحوالہ: نعمت الحق، ملتان کے دو محقق، تحقیقی مقالہ، ص ۹۰۔۱۰۶)

۱۷۔ کتاب خانہ سے متعلق تبصرہ مقالہ نگار کی ذاتی ملاقات میں شامل بحث رہا اور ڈاکٹر انوار احمد صاحب سے گفتگو میں بھی زیر بحث آیا

۱۸۔ مرزا ابن حنیف کے جمع شدہ آثار اور کتابیں، شعبہ اردو، شعبہ تاریخ اور سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر کے لیے وقف کی گئیں اور موجود ہیں

۱۹۔ مثلاً کرکٹ پران کا تبصرہ روزنامہ امروز ۴/دسمبر ۱۹۷۲ء

۲۰۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سمیرا احمرین کا مقالہ: مرزا ابن حنیف کے علمی و ادبی مضامین کی تدوین، محولہ بالا

۲۱۔ دیکھیے ان کے مضامین روزنامہ امروز ملتان میں عجائب گھر کا قیام ضروری ہے، ۱۰/مارچ ۱۹۷۲ء، ۳۱/جنوری ۱۹۸۱ء، ۳۱/جنوری ۱۹۸۸ء، DA کا منصوبہ ملتان کے شہری، قدیم آثار امروز ۱۴/دسمبر ۱۹۸۸ء ملتان کے چند نادر مخطوطات

۲۲۔ دیکھیے ان کے مضامین، وادی سندھ کی تہذیب کے آثار، امروز، ملتان ۲۳ جون ۱۹۸۸ء، پاکستان میں وادی سندھ کی تہذیب کی ارتقاء اور نظریہ، ڈاکٹر مغل، امروز مئی۔جون ۱۹۷۹ء

۲۳۔ دیکھیے حوالہ نمبر ۴

۲۴۔ برائے تفصیل دیکھیے، ابن حنیف کی کتاب، بھولی بسری کہانیاں بیکن بکس ملتان ۲۰۰۴ ص ۶

۲۵۔ ابن حنیف کا یہ طریقہ ان کی تمام تصانیف میں نمایاں ہے۔ خاص طور پر بھولی بسری کہانیاں اور سات دریاؤں کی سرزمین میں یہ نمایاں ہے۔ اس طرح سے ابن حنیف قدیم دور سے جدید دور تک آفاقی اور تاریخی رجحانات کی تدریج کرتے ہیں ان کی درجہ بدرجہ بنیادی حیثیت کے حساب سے درجہ بندی کرے ہیں۔ قدیم ان کے طریقہ کار میں بنیادی درجہ رکھتا ہے اور بعد کی عملداریاں اس بنیاد پر استوار ہیں۔

۲۶۔ سات دریاؤں کی سرزمین ابن حنیف کے اس استدلال کا نچوڑ ہے۔ اس کا ابتدائی مسودہ ۱۹۵۹ء سے تیار کرنا شروع کیا تھا جو گم ہو گیا اور بعد ازاں انہوں نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اس کو دوبارہ مدون کیا۔ ان کا ابتدائی مضمون وادی سندھ کے آباد کار ۱۴/اگست ۱۹۵۹ء امروز ملتان ان کے اس بنیادی مقصد کی نشاندہی کرتا ہے۔

۲۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ان کی تصانیف دنیا کا قدیم ترین ادب جو مصر، بھارت اور یونان کے علیحدہ علیحدہ مطالعہ

پر مشتمل ہے۔

۲۸۔ ابن حنیف نے اس طریقہ کار کی وضاحت اپنے انٹرویو میں بھی کی جو کہ نعمت الحق نے ۱۹۸۴ء میں ان سے کیا اور ان کے مقالے میں حوالہ شدہ ہیں (نعمت الحق، ملتان کے دو محقق، ص ۲۰۱)۔

۲۹۔ دیکھیے ان کی تصانیف و تراجم

۳۰۔ ابن حنیف، ہزاروں سال پہلے، ص ۱۹۴

۳۱۔ ایضاً، ص ۲۰۔۱۲۶

32. Alexander Cunniagham, Archaeological survey of India ,1871

33. John Marshal, Mohanjo-Daro and the Indus civilization, Londan, 1831

34. Muhammad Rafiq Mughal, Present State of Research on Indus Valley civilization, Islamabad.DAM,1973

۳۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ابن حنیف سات دریاؤں کی سرزمین

36. The Early Harappan Period in the Greater Indus Valley & Northern Balochistan, 3000-2400 B.C, UMI, 1979

۳۷۔ نعمت الحق، ملتان کے دو محقق، ص ۲۰۱

۳۸۔ ابن حنیف، سات دریاوں کی سرزمین، باب دوم

۳۹۔ ایضاً، ص ۱۲۰ تا ۲۰۰

۴۰۔ یحییٰ امجد، تاریخ پاکستان ۔ قدیم دور، جلد اول، ۱۹۸۹ء

41. Aitzaz Ahsan, Indus Saga and The Making of Pakistan, Karachi, Oxford University Press, 1996

42. Khurram Qadir, Life in the Indus Enclave(A Historical Study of Its Urban Mosaic). Rawalpandi, 2018, (PDF, Circulation).